قاعدہ: «الأُمُورُ بِمَقَاصِدِهَا» کی فقہی تطبیق

The implementation of the jurisprudential principle

* محمد زاہد خان

** حضرت اللہ

Abstract

The matters are associated with the intentions in the light of Islamic Jurisprudence

In the Islamic Jurisprudence, "the jurisprudential Principles" are the rules other than Usool e Fiqh, which have been compiled by the Islamic Jurists experts of Fiqh after the compilation of Fiqh. In these rules, every rule encompasses many similar subsidiary members, in the light of which we can find out the Islamic legal state of those members. Apart from this, we can also derive, with the light of these rules, the Islamic position of many modern cases which appear due to the latest development of the age.

In many cases, Shariah has regarded the intention, motive or objective as an authority for the legal position of a case. The Islamic Jurists Foqahaa change the legal status of a case due to the change of intention in many matters. They have formulated a famous rule regarding to the intention of a man i.e. "The matters are associated with the intentions". The undermentioned article also consists of the above rule and also the application of its subsidiary rules which serve to understand the principle and its application on the different circumstances in the man life.

* اسسٹنٹ پروفیسر، ڈگری کالج ممش خیل، بنوں

** پی ایچ ڈی ریسرچ سکالر، اسلامیہ کالج پشاور

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: «من یرد الله به خیرا یفقهه فی الدین»[1] کہ جس کے لئے اللہ تعالی خیر کا ارادہ فرمالے اسے دین کی سمجھ بوجھ عطاء کر دیتا ہے۔ فقہ عملی احکام کے مجموعہ کا نام ہے۔ جو کہ قرآن کریم، حدیث رسول ﷺ اور دیگر مصادر شریعت سے مستنبط کیا گیا ہے۔ آج علم فقہ اپنی پوری شان و شوکت کے ساتھ ہمارے سامنے ہیں۔ اس کے مسائل، اصول، قواعد و ضوابط پوری طرح مرتب ہیں۔ جس کی تدوین اور ارتقاء فقہاءِ امت کے اخلاص، جہدِ مسلسل اور نصوص شریعت میں بصیرانہ غور و فکر کا نتیجہ ہے۔ فقہی جزئیات علماء نے وقت کی ضرورت کے تحت قرآن و حدیث سے مستنبط کی ہیں۔ جب ہر باب میں مسائل کا ذخیرہ زیادہ ہو گیا تو ہم جنس مسائل کے لئے کچھ قواعد تحریر کئے، تاکہ ان قواعد کے ذریعہ ان جزئیات کا احاطہ اور ان کو ذہن نشین کرنا آسان ہو، نیز جدید مسائل کے حل کرنے میں بھی ان سے مدد مل سکے۔ انہی قواعد کو قواعد فقہیہ کہتے ہیں۔ اور ان سے متعلق علم کو «فن الأشباه والنظائر» کہاجاتا ہے۔

قاعدہ فقہیہ کی لغوی اور اصطلاحی تعریف:

لغت میں لفظِ قاعدہ کا معنی «الأساس» یعنی بنیاد ہے۔ اسی سے «قواعد البیت» گھر کی بنیادیں نکلا ہے۔ [2]

قاعدہ فقہیہ کی اصطلاحی تعریف علامہ جرجانی نے یوں کی ہے: «قضية كلية منطبقة على جميع جزئياته»[3]

ترجمہ: یہ وہ کلی قاعدہ ہوتا ہے جو کہ اپنی تمام جزئیات پر منطبق ہوتا ہے۔

اور علامہ تفتازانی فرماتے ہیں: «حكم كلي ينطبق علي جزئياته ليتعرف أحكامها منه»[4]

ترجمہ: یہ ایسا کلی حکم ہوتا ہے جو کہ اپنے تمام جزئیات پر منطبق ہوتا ہے تاکہ اس سے ان جزئیات کے احکام کا علم ہوتا ہے۔

ان دونوں تعریفات سے ثابت ہوتا ہے کہ قاعدہ فقہیہ ایسا مختصر جملہ ہوتا ہے جو کہ بہت ساری فروعات پر صادق آتا ہے۔ البتہ یہاں ایک بات ملحوظ رہے کہ یہ قواعد پوری طرح کلی نہیں ہوتے، بلکہ اکثری ہوتے ہیں، چنانچہ ہر قاعدہ کے کچھ نہ کچھ استثنائی مسائل موجود ہوتے ہیں۔ چنانچہ علامہ حموی فرماتے ہیں:

«إن هذه القواعد هي عند الفقهاء غيرها عند النحاة والأصوليين، إذ هي عند الفقهاء حكم أكثري لا كلي، ينطبق علي أكثر جزئياتها لتعرف أحكامها»[5]

ترجمہ: بلاشبہ یہ قواعد جو فقہاء کے ہاں رائج ہیں، نحویوں اور اصولیوں کے مقرر کردہ قواعد کے علاوہ ہیں؛ کیونکہ فقہاء کرام کے فقہی قاعدہ اکثری حکم ہوتا ہے، کلی حکم نہیں ہوتا۔ یہ اپنی اکثر جزئیات پر صادق آتا ہے تاکہ اس سے جزوی مسائل کے احکام کا پتہ چلے۔

«الأمور بمقاصدها» کا مأخذ و منبع:

اس فقہی قاعدہ کا معنی یہ ہے کہ مکلف کے قولی و فعلی اعمال و تصرفات کے شرعی احکام واثرات اس عمل کے مقصد و غایت کے مطابق تبدیل ہوتے ہیں، کسی عمل سے جیسا مقصد ہوگا، ویسا ہی اس کا جواز یا عدم جواز کا شرعی حکم ہوگا۔

پھر ایسی بات نہیں کہ یہ قواعد بغیر کسی دلیل کے وجود میں آگئے ہوں، بلکہ ہر قاعدہ کے پیچھے قرآن وحدیث کی کوئی نہ کوئی مضبوط دلیل موجود ہے، جس سے وہ قاعدہ اخذ کیا گیا ہے۔ زیرِ بحث قاعدہ رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد مبارک سے مستنبط کیا گیا ہے کہ:

«إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللهِ وَرَسُولِهِ فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللهِ وَرَسُولِهِ وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ لِدُنْيَا يُصِيبُهَا أَوْ امْرَأَةٍ يَتَزَوَّجُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ»[6]

ترجمہ: اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ ہر انسان کے ساتھ اس کی نیت کے مطابق معاملہ ہوگا۔ پس جس نے اللہ اور اس کے رسول کی خاطر ہجرت کی، تو تحقیق اس کی ہجرت اللہ اور رسول کے لئے ہی ہوئی۔ اور جس نے دنیا پانے کی خاطر، یا کسی عورت سے شادی کرنے کی خاطر ہجرت کی، تو جس مقصد کے لئے اس نے ہجرت کی، اس کی ہجرت اسی کام پر واقع ہوئی۔

پانچ بنیادی قواعد:

یہ قاعدہ اُن پانچ قواعد میں سے ایک ہے جن پر پورے فقہ کا مدار ہے۔ علامہ تاج الدین سبکی فرماتے ہیں:

«بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ وَالْفِقْه عَلَى خَمْسٍ»

ترجمہ: اسلام کی بنیاد پانچ ارکان پر ہے، اور فقہ کی بنیاد بھی پانچ قواعد پر ہے۔

اور وہ پانچ قواعد یہ ہیں:

۱ الأمور بمقاصدها مکلف کے قولی و فعلی عمل کے جائز و ناجائز ہونے کا دار و مدار اس عمل کے مقصد پر ہوتا ہے

۲ اليقين لا يزول بالشك یقین شک سے زائل نہیں ہوتا

۳ الضرر يزال ضرر کو ختم کیا جائے

۴ المشقة تجلب التيسير مشقت آسانی لاتی ہے

۵ العادة محكمة عرف و عادت فیصلہ کن ہے[7]

«الأمور بمقاصدها» کی فقہی تطبیق:

«امور» اَمر کی جمع ہے جو کہ تمام افعال اور اقوال کو شامل ہے، نیز امور کا دار و مدار ان کے اغراض و مقاصد پر ہونے سے مراد ان امور کے احکام کا دار و مدار ان کے اغراض و مقاصد پر ہونا ہے، نہ نفس امور کا مدار اغراض پر ہونا ہے؛ کیونکہ علم فقہ میں نفسِ اشیاء سے بحث نہیں ہوتی، بلکہ ان کے احکام کے بارے میں بحث ہوتی ہے۔ یہ قاعدہ فقہ کے بہت سارے ابواب میں جاری ہوتا ہے۔ مثلاً عبادات، مالی معاوضات و تملیکات جیسے خرید و فروخت، اجارہ، صلح اور ہبہ، ابراء، وکالہ، احرازِ مباحات، ضمانات و امانات جیسے لُقطہ اور ودیعہ اور عقوبات وغیرہ، جس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

- اگر نمازی پر کسی نے سلام کیا، اور اس نے دوران نماز قرآن کریم کی آیت بغرضِ جواب پڑھی تو نماز باطل ہو جاتی ہے، لیکن اگر بہ نیتِ تلاوت پڑھنے سے نماز باطل نہیں ہوتی۔[8]
- انگور کا جوس ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کرنا جس کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ اس سے شراب بناتا ہے، تو اگر یہ فروختگی بغرضِ تجارت کی ہے تو جائز ہے، لیکن اگر شراب بنانے کی غرض سے فروخت کیا ہے تو جائز نہیں ہے۔[9]

- حدیث میں آتا ہے: «لاَ يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلاَثَةِ أَيَّامٍ»[10] کہ کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زائد قطع تعلقی کرے۔ جس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ کسی بھی صورت تین دن سے زائد قطع تعلقی درست نہیں ہے، لیکن فقہاء نے فرمایا ہے کہ اگر بہ نیتِ اصلاح تین دن سے زائد قطع تعلقی کو کوئی مناسب سمجھے تو یہ بھی درست ہے،[11] جیسا کہ خود جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات سے ایک ماہ تک قطع تعلقی کی تھی،[12] نیز حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اور ان کے دو ساتھیوں سے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پچاس دن قطع تعلقی کی تھی۔[13]
- اگر کسی کی زمین میں پرندے نے بچہ دے دیا، یا اس کسی ہرن کا پاؤں ٹوٹ گیا، پھر اس بچہ یا ہرن کو کسی نے پکڑ لیا تو اگر یہ زمین شکار کے لئے مخصوص کی گئی ہو تو یہ مال مالکِ زمین کا ہے، ورنہ جس نے پکڑا، اُسی کا ہے۔ اگر کسی شخص نے کسی جگہ برتن رکھا، اور اس میں بارش کا پانی جمع ہو گیا، تو یہ شخص اس پانی کا مالک اسی صورت ہو گا، جبکہ برتن پانی جمع کرنے کی نیت سے ہی رکھا ہو، لیکن اگر ویسے ہی رکھا تھا، اور پھر اس میں بارش کا پانی جمع ہو گیا، تو یہ پانی اس کی ملکیت شمار نہیں ہو گا، بلکہ دیگر افراد بھی اس کو استعمال کر سکتے ہیں۔[14]

«الأمور بمقاصدها» کے ذیلی قواعد:

یہ قاعدہ فقہ کا ایک جامع قاعدہ ہے، جس کے کچھ ذیلی قواعد بھی آجاتے ہیں، جن میں سے اکثر نیت کے متعلق ہیں، اِن کا مختصر تعارف درج ذیل ہے:

پہلا قاعدہ: «الْعِبْرَة فِي الْعُقُود للمقاصد والمعاني، لَا للألفاظ والمباني»

ترجمہ: عقود و تصرفات میں میں مقاصد اور معانی کا اعتبار ہوتا ہے، نہ کہ الفاظ اور لفظی ساخت کا۔

چنانچہ عرف میں کسی عقد کے انعقاد کے لئے جو الفاظ استعمال ہوتے ہیں، اس سے بھی وہ عقد منعقد ہو جاتا ہے، اگرچہ یہ عرفی الفاظ اس عقد کے لئے وضع نہ بھی کئے گئے ہوں۔ مثلاً بیع و شراء خرید و فروخت کے لئے لین دین کا لفظ استعمال کرنا، کہ ایجاب و قبول کے وقت کوئی یوں کہے کہ میں نے فلاں چیز اتنے پر دی، اور اتنے پر لی، تب بھی بیع منعقد ہو جاتی ہے۔[15] اسی طرح اگر کسی نے دوکاندار سے کچھ خریدا، اور بدلے میں اپنی گھڑی دیتے ہوئے یہ کہا کہ یہ گھڑی اپنے پاس امانت رکھو، یہاں تک کہ میں پیسے لے آؤں، تو یہ دوکاندار کے پاس یہ گھڑی امانت کے بجائے رہن / گروی ہو جائے گی، اس پر رہن کے ہی تمام احکام جاری ہوں گے۔ اگر ایک شخص نے

دوسرے سے کہا کہ یہ گھوڑا یا گھر میں تم کو اتنے روپے کے عوض ہبہ کر دیا ہے تو یہ ہبہ نہیں، بلکہ عقد بیع ہوا، اور ایسے عقد پر بیع کے تمام احکام جاری ہوں گے۔[16]

دوسرا قاعدہ: «النية لتمييز العبادات على العادات ولتمييز مراتب العبادات بعضها عن بعض»

ترجمہ: نیت عبادات کو عادات سے، نیز بعض مراتب عبادات کو دیگر بعض سے متمیز وجدا کرنے لئے ہوتی ہے۔ مثلاً مسجد میں بیٹھنا ستانے کے بھی ہو سکتا ہے، اعتکاف اور عبادت کے لئے بھی، چنانچہ اس چیز کی تعیین نیت سے ہی ہو گی۔ نیز تقرب الی اللہ فرائض، واجبات اور نوافل سب سے حاصل ہوتا ہے، جس کی تعیین سے ہی ممکن ہے۔[17]

تیسرا قاعدہ: «ما تميز بنفسه لا يحتاج إلي نية»

علامہ ابن نجیم نے فرمایا ہے: یہ قاعدہ ما قبل قاعدہ کی فرع ہے، کہ نیت کا مقصد جب تمیز ٹھہرا تو جو اُمور پہلے سے بطور عبادت متعین ہیں ان کے لئے نیت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جیسے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا۔ جیسا کہ علامہ ابن وہبان نے شرح المنظومة میں تصریح کی بھی ہے کہ جو عمل صرف اور صرف عبادت ہی ہے اس کے لئے نیت کی ضرورت نہیں پڑتی۔[18]

علامہ عینی «عمدة القارى شرح صحيح البخارى» میں لکھتے ہیں: «إن الحَدِيث عَام مَخْصُوص فَإِن أَدَاء الدَّين وردّ الودائع وَالْأَذَان والتلاوة والأذكار وهداية الطَّرِيق وإماطة الْأَذَى عبادات كلهَا تصح بِلَا نِيَّة إِجْمَاعًا»[19]

ترجمہ: حدیث «إنما الأعمال بالنيات...» عام مخصوص منہ البعض ہے؛ کیونکہ قرض کی ادائیگی، امانتیں لوٹانا، آذان، تلاوت، اذکار، کسی کو راہ بتلانا، تکلیف دہ شئے کو راستہ سے ہٹانا یہ تمام ایسی عبادات ہیں جو کہ بالاتفاق نیت کے بغیر بھی ادا ہو جاتی ہیں۔

چوتھا قاعدہ: «كل موضع يجب فيه التعيين فالخطأ فيه مبطل»

ترجمہ: جس موقع پر کسی عبادت کی تعیین ضروری ہوتی ہے، تو ایسے موقع پر اس عمل کی تعیین میں غلطی کرنا اس عمل کو باطل کر دیتا ہے۔

علامہ ابن نجیم اس کی تفصیل میں بیان فرماتا ہے کہ

«الْخَطَأَ فِيمَا لَا يُشْتَرَطُ التَّعْيِينُ لَهُ لَا يَضُرُّ كَتَعْيِينِ مَكَانِ الصَّلَاةِ وَزَمَانِهَا وَعَدَدِ الرَّكَعَاتِ فَلَوْ عَيَّنَ عَدَدَ رَكَعَاتٍ ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا صَحَّ لِأَنَّ التَّعْيِينَ لَيْسَ بِشَرْطٍ فَالْخَطَأُ فِيهِ لَا يَضُرُّهُ قَالَ فِي النِّهَايَةِ وَنِيَّةُ عَدَدِ الرَّكَعَاتِ وَالسَّجَدَاتِ لَيْسَتْ بِشَرْطٍ وَلَوْ نَوَى الظُّهْرَ ثَلَاثًا وَخَمْسًا صَحَّتْ وَتَلْغُو نِيَّةُ التَّعْيِينِ... وَأَمَّا فِيمَا يُشْتَرَطُ فِيهِ التَّعْيِينُ كَالْخَطَأِ مِنْ الصَّوْمِ إِلَى الصَّلَاةِ وَعَكْسِهِ وَمِنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ إِلَى الْعَصْرِ فَإِنَّهُ يَضُرُّ»

«جن امور میں تعیین ضروری نہیں ہے، ان کی تعیین میں غلطی کرنا باعثِ نقصان نہیں، جیسے نماز کی جگہ، زمان، اور عدد رکعات کی تعیین ضروری نہیں ہے، چنانچہ اگر کسی نے ظہر کی نماز کے لئے تین یا پانچ رکعات کی نیت کی، تب بھی نماز درست ہوگی؛ کیونکہ عدد رکعات کی تعیین شرط نہیں ہے، اس لئے ان میں غلطی کر جانا بھی موجب نقصان نہیں۔ ہدایہ کی شرح «النھایۃ» میں ہے: عدد رکعات اور عدد سجدات کی نیت شرط نہیں ہے۔ اگر کسی نے نماز ظہر کے لئے تین رکعات یا پانچ رکعات کی نیت کی، تو نماز صحیح ہوئی، البتہ تعیین کی یہ نیت لغو ہو جاتی ہے۔ اور جن امور میں نیت شرط ہے، تو ان کی تعیین میں غلطی یہ وہ عمل باطل ہو جاتا ہے، مثلا: روزہ کے لئے روزہ کے بجائے نماز کی نیت کرنا، یا نماز کے لئے روزہ کی نیت کرنا، اسی طرح نماز ظہر کے لئے ظہر کے بجائے عصر کی نیت کرنا۔[20]

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں: نماز اگر نفل ہے تو مطلق نیت سے بھی صحیح ہو جاتی ہے، صحیح قول کے مطابق سنن موکدہ کا بھی یہی حکم ہے، لیکن اگر فرض نماز ہے تو اس کی تعیین ضروری ہے، مثلا نماز ظہر وغیرہ؛ کیونکہ فرائض مختلف ہیں۔[21] فتاوی تاتارخانیہ میں ہے کہ واجبات اور فرائض بالاتفاق مطلق نیت سے ادا نہیں ہوتے،[22] سنن مؤکدہ کے بارے میں علامہ کاسانی اور صاحب محیط بُرہانی نے کہا ہے کہ احتیاط اسی میں ہے کہ سنن موکدہ کی ادائیگی کے وقت اتباعِ رسول ﷺ یعنی سنت کی نیت کی جائے۔[23] جبکہ علامہ ابن عابدین نے صاحب ہدایہ کے قول کو صحیح و معتمد کہہ کر اس پر یہ تفریع ذکر کی ہے کہ اگر کسی نے تہجد کی دو رکعت پڑھی، اس گمان پر کہ ابھی رات باقی ہے، لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ یہ دو رکعت طلوع فجر کے بعد پڑھی، تو اسی سے فجر کی دو سنتیں ادا ہو گئیں، لہذا اس کے بعد مزید دو رکعت بہ نیت سنت نہ پڑھے؛ کیونکہ یہ نفل شمار ہونگی، اور طلوع فجر کے بعد نفل پڑھنا مکروہ ہے۔[24]

پانچواں قاعدہ: «الأصل أن وقت النية أول العبادات ولو حكما»

ترجمہ: اصل یہ ہے کہ نیت کرنے کا وقت عبادات کی ابتداء کا وقت ہوتا ہے، اگرچہ یہ ابتداء حکمی ہی ہو۔

علامہ سرخسی فرماتے ہیں: عبادات میں اصل یہ ہے کہ کسی عبادت کے شروع میں ہی اس کی نیت کرنی ہوتی ہے۔ روزہ کا بھی اصل حکم یہی ہے، البتہ روزہ کی ابتداء کا وقت یعنی سحری کا وقت ایک پیچیدہ وقت ہے، وہی شخص اس کو جان سکتا ہے، جو کہ علم نجوم اور رات کے اوقات کا علم رکھتا ہو، نیز سحری کا وقت نیند اور غفلت کا وقت ہے، اس لئے روزہ کی نیت روزہ شروع ہونے کے وقت سے پہلے کرنا بھی درست ہے، اگرچہ روزہ شروع ہونے کے وقت روزہ دار نیت سے غافل ہو تب بھی سابقہ نیت کافی ہو جاتی ہے۔[25]

قاعدہ میں «ولو حکما» کا یہی مطلب ہے کہ جہاں حقیقۃً نیت کو عمل کے ساتھ شروع کرنا ممکن نہ ہو، وہاں عمل سے پہلے نیت کرنا بھی اس عمل کے ساتھ نیت کرنے کی مانند ہے۔ نیز نماز کے لئے نیت تکبیرہ تحریمہ کے وقت کرنی ہوتی ہے، البتہ فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے وضو کے وقت نماز کی نیت کی، اور پھر نماز شروع کرنے تک کسی دوسرے کام میں مشغول نہ ہوا، اور نماز شروع کر دی، تب بھی سابقہ نیت سے نماز جائز ہے۔ گویا سابقہ نیت حکماً نماز کے ساتھ متصل شمار ہوتی ہے۔[26]

«الأمور بمقاصدها» کی چند استثنائی صورتیں:

شروع میں گزر چکا ہے کہ قواعد فقہیہ اغلبی واکثری قواعد ہوتے ہیں، نہ کلی قواعد۔ اس کا ایک نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ہر فقہی قاعدہ کی چند استثنائی صورتیں ہوتی ہیں جن کا حکم قاعدہ کے خلاف ہوتا ہے۔ البتہ چند مسائل کا کسی قاعدہ سے خارج ہونا اس کی حجیت کو مجروح نہیں کرتے۔ زیرِ بحث قاعدہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اس میں عمل کا مدار نیت وقصد پر ہوتا ہے، لیکن چند ایسے مسائل بھی ہیں کہ نیت وقصد سے ان کے احکام میں تبدیلی نہیں ہوتی، بالفاظ دیگر ان مسائل میں نیت کا اعتبار نہیں ہوتا، بلکہ مسئلہ کی حقیقت کو دیکھا جاتا ہے، مثلاً: اگر کسی نے دوسرے کی چیز اس کی اجازت کے بغیر بطور مزاح لے لیا، تو لینے کے ساتھ ہی لینے والا غاصب شمار ہوگا۔ اور اس کے یہ کہنے کا اعتبار نہیں ہوگا کہ میں نے غصب کی نیت نہیں کی تھی، بلکہ بطور مزاح اٹھائی تھی۔

- اگر کسی نے ایسا کام کیا جس کے کرنے کی اسے اجازت نہیں دی گئی، اور پھر اس عمل سے کوئی نقصان ہو، تو عامل ذمہ دار ہوگا، اگرچہ اس کا ارادہ نقصان کا نہ بھی ہو، مثلاً اگر ایک شخص نے دوسرے کو نشہ کی حالت میں پایا، تو
- اس کے ہاتھ میں موجود مال بغرضِ حفاظت لے لی، تاکہ کہیں گر نہ جائیں، تو یہ بھی حکماً غاصب ہوا۔[27]

- **خاتمہ:**

اس پوری بحث میں غور کرنے سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہو سکتے ہیں:

(1) قواعد فقہیہ فقہی کی لامتناہی جزئیات کو ذہین نشین کرنے میں مدد گار ثابت ہوتے ہیں؛ کیونکہ ہر قاعدہ بہت ساری جزئیات کا احاطہ کرتا ہے۔

(2) یہ قواعد اکثری ہوتے ہیں، نہ کہ کلی۔

(3) ہر قاعدہ کے ساتھ کچھ استثنائی صورتیں ہوتی ہیں، جن کو مدِ نظر رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ «الأمور بمقاصدھا» اگرچہ جامعیت میں انتہاء کو پہنچا ہوا ہے، لیکن پھر بھی استثنائی صورتوں سے مبرا نہیں۔

(4) ہر قاعدہ کی پشت پر قرآن یا حدیث کی کوئی مضبوط دلیل موجود ہے۔ جیسا کہ «الأمور بمقاصدھا» رسول اللہ ﷺ کے ارشاد: «إنما الأعمال بالنیات» سے ماخوذ ہے۔

(5) «الأمور بمقاصدھا» ایسا فقہی قاعدہ ہے جو کہ فقہی کی بہت سارے ابواب میں جاری ہوتا ہے۔

(6) تمام عقود میں مقصد کے مطابق فقہی حکم لگتا ہے، اگرچہ ظاہری الفاظ اس عقد کے لئے وضع نہ بھی کئے گئے ہوں۔

(7) جن عبادت کی ادائیگی کے وقت اس کو متعین کرنا ضروری ہے، تو اس کی تعیین میں غلطی سے وہ عبادت ادا نہیں ہوتی، جبکہ جس عبادت میں تعیین ضروری نہیں ہے، اس کی تعیین میں غلطی باعث نقصان نہیں ہوتی۔

حواشی و حوالہ جات

[1]: امام بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسمٰعیل (م:۲۶۵ھ) **صحیح البخاری**، کتاب العلم، باب من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین، ج۱/ ص۲۵ ط: دار طوق النجاۃ بیروت ۲۰۰۱ء/ ۱۴۲۲ھ، تحقیق: محمد زہیر بن ناصر الناصر، (عدد أجزاء:۹)

[2]: ابن منظور، محمد بن مکرم بن علی (م:۷۱۱ھ)، **لسان العرب**، باب الدال، فصل القاف، ج۳/ ص۳۶۱، دار صادر، بیروت ۱۴۱۴ھ (عدد اجزاء:۱۵)

[3]: جرجانی، علامہ عبد القادر جرجانی، **التعریفات**، ص:۷۴ ط: قدیمی کتب خانہ کراچی، (عددِ اجزاء:۱)

(4): تفتازانی، علامہ سعد الدین مسعود بن عمر (م:۷۹۳ھ)، **التلويح علي التوضيح**، ج۱/ص۳۴، مکتبہ صبیح، مصر (عددِ اجزاء:۲)

(5): حموی، احمد بن محمد مکی (م:۱۰۹۸ھ)، **غمز عيون البصائر في شرح الأشباه والنظائر**، ج۱/ص۵۷، دار الکتب العلمیہ بیروت، (عددِ اجزاء: ۴)

(6): امام بخاری، **صحیح البخاری**، بدء الوحی، باب: کیف کان بدء الوحی علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج۱/ص۶

(7): سبکی، تاج الدین عبد الوہاب بن تقی الدین (م:۷۷۱ھ)، **الأشباه والنظائر**، ج۱/ص۱۲، دار الکتب العلمیہ بیروت، (عدد اجزاء:۲)

(8): ابن نجیم، زین الدین بن ابراہیم (م:۹۷۰ھ)، **الأشباه والنظائر**، ص:۲۳، دار الکتب العلمیہ بیروت (عددِ اجزاء:۱)

(9): سرخسی، شمس الائمہ محمد بن احمد ابن ابی سہل (م:۴۸۳ھ)، **المبسوط**، کتاب الأشربۃ، ج۶/ص۲۴، دار المعرفۃ بیروت، ۱۹۹۳ء (عددِ اجزاء: ۳۰)

(10): امام بخاری، **صحیح البخاری**، کتاب الأدب، باب ما ینھی عن التحاسد والتدابر، ج۸/ص۱۹

(11): ابن نجیم، **الأشباه والنظائر**، ص:۲۳

(12): امام بخاری، **صحیح البخاری**، کتاب المظالم والغصب، بَابُ الغُرْفَةِ وَالعُلِّيَّةِ المُشْرِفَةِ وَغَيْرِ المُشْرِفَةِ فِي السُّطُوحِ وَغَيْرِهَا، ج۳/ص۱۳۳

(13): امام مسلم، مسلم بن حجاج قشیری (م:۲۶۱ھ)، **صحیح مسلم**، کتاب الرقاق، باب حدیث توبۃ کعب بن مالک وصاحبیہ، ج۴/ص۲۱۲۰، دار احیاء التراث العربی، بیروت، تحقیق: فواد عبد الباقی، (عددِ اجزاء:۵)

(14): زیلعیؒ، فخر الدین عثمان بن علی (۷۴۳ھ)، **تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق**، کتاب البیوع، باب المتفرقات، ج۴/ص۱۳۰، المکتبۃ الکبری الامیریۃ، بولاق، مصر ۱۳۱۳ھ، (عدد أجزاء:۶)☆ابن عابدین، محمد امین بن عمر ابن عبد العزیز عابدین الدمشقی (م: ۱۲۵۲ھ)، **رد المحتار علی الدر المختار**، کتاب البیوع، باب المتفرقات، ج۵/ص۲۳۳ دار الفکر بیروت ۱۴۱۲ھ = ۱۹۹۲ء (عددِ اجزاء:۶)

(15): احمد زرقاء (م:۱۳۵۷ھ)، **شرح القواعد الفقهية**، ص:۵۵، دار القلم، دمشق، ۱۹۸۹ء (عددِ اجزاء:۱)

(16): علی حیدر، علی حیدر خواجہ امین آفندی (م:۱۳۵۳ھ)، **درر الحکام شرح مجلۃ الأحکام**، ج۱/ص۲۱، دار الجیل ۱۹۹۱ء (عددِ اجزاء:۴)

(17): دیکھئے: طحطاوی، احمد بن محمد بن اسماعیل (م:۱۲۳۱ھ)، **حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح**، ص:۲۱۶، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۹۹۷ء، تحقیق: محمد عبد العزیز خالدی (عددِ اجزاء:۱)

(18): ابن نجیم، الأشباہ والنظائر، ص:۲۵

(19): عینی، محمود بن احمد، بدر الدین العینی الحنفی (م:۸۵۵ھ)، **عمدة القاري شرح صحيح البخاري**، کتاب الإیمان، ج۱/ص۳۱، دار إحیاء التراث العربی، بیروت، [عدد أجزاء:۱۲(۲۵)]

(20): ابن نجیم، الأشباہ والنظائر، ص:۲۹

(21): مرغینانی، ابو الحسن برہان الدین، علی بن ابو بکر فرغانی (م:۵۹۳ھ)، **الهداية شرح البداية** (بداية المتبدي)، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلاۃ التی تتقدمھا، ج۱/ص۴۶، دار احیاء التراث العربی، بیروت (عددِ اجزاء:۴)

(22): فرید الدین دہلوی، عالم بن علاء اندر پتی (م:۷۸۶ھ)، **الفتاوي التاتارخانية**، کتاب الصلاۃ، الفصل الثانی: الفرائض، ج ۲/ص ۴۰، مکتبہ زکریا، دیوبند، انڈیا، ۲۰۱۰ء، تحقیق: شبیر احمد قاسمی (عدد اجزاء: ۲۰)

(23): کاسانی، علاؤ الدین، ابو بکر بن بن مسعود بن احمد (م: ۵۸۷ھ)، **بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع**، کتاب الصلاۃ، فصل فی سنن صلاۃ التراویح، ج ۱/ص ۲۸۸، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۹۸۶ء، (عدد اجزاء: ۷) ☆ ابن مازہ، برہان الدین محمود بن احمد البخاری (م: ۶۱۶ھ)، **المحيط البرهاني في الفقه النعماني**، کتاب الصلاۃ، الفصل الثالث عشر فی التراویح والوتر، ج ۱/ص ۴۵۹، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۲۰۰۴ء (عدد اجزاء: ۹)

(24): ابن عابدین، **رد المحتار شرح الدر المختار**، کتاب الصلاۃ، ج ۱/ص ۳۷۶

(25): سرخسی، محمد بن احمد، شمس الائمۃ (م: ۴۸۳ھ)، **المبسوط**، کتاب الصوم، ج ۳/ص ۶۱

(26): ملاحظہ کریں: کاسانی، **بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع**، کتاب الصلاۃ، فصل شرائط أرکان الصلاۃ، ج ۱/ص ۱۲۹

(27): علی حیدر آفندی، درر الحکام شرح مجلۃ الأحکام، ج ۱/ص ۲۰